سورۂ بیّنہ

مدینہ منورہ میں نازل ہوا۔ اس میں آٹھ آیتیں ہیں

سورۂ بینہ کے متعدد نام ہیں

اس سورۃ شریفہ کے اور بھی نام ہیں۔ سورۂ قیامہ، سورۂ بلد، سورۂ منفکین، سورۂ بریہ، سورۂ لم یکن، اور یہ ظاہر ہے کہ کسی چیز کے ایک سے زیادہ اسماء اس کے شرف اور علو منزلت کی علامت ہیں۔ مگر مشہور و معروف نام "سورۂ بینہ" ہے۔ اس لئے ہم نے اسی نام نامی کو اختیار کیا ہے۔

یہ سورت مکیہ ہے یا مدنیہ؟

بعض مفسرین کرام نے سورۂ بینہ کو مکی بتلایا ہے جو چند روایات پر مبنی ہے۔ لیکن جمہور مفسرین نے اس کو مدنیہ لکھا ہے۔ علامہ ابن کثیر نے بلا تردد اس کو مدنیہ ہی بتلایا ہے۔ اور اس حدیث شریف کو بطور دلیل کے پیش کیا ہے جو حضرت ابو خیثمہ بدری رضی سے مروی ہے چنانچہ موصوف فرماتے ہیں:۔ لما نزلت لم یکن الذین کفروا

من اهل الكتاب الى آخرها قال جبريل عليه السلام يارسول الله ان الله يأمرك ان تقرئها اُبيّاً فقال النبي صلى الله عليه وسلم لاُبيّ رضى الله تعالى عنه ان جبرئيل امرنى ان اقرئك هذه السورة فقال اُبيّ اوقد ذكرت ثمّ يا رسول الله قال نعم فبكٰى۔

(امام احمدؒ، ابن قانعؒ، طبرانی، ابن مردویہ) جب سورۃ شریفہ لم یکن الذین کفروا من اہل الکتاب، آخر تک نازل ہوئی تو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اللہ جل شانہٗ کا آپ کو حکم ہوا ہے کہ آپ یہ سورۃ شریفہ ابی بن کعبؓ کو پڑھا دیں۔ چنانچہ حضور نبی دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (جو علمائے انصار سے تھے) فرمایا کہ مجھ سے جبرئیلؑ نے فرمائش کی ہے کہ میں تم کو یہ سورۃ شریفہ پڑھا دوں اس پر حضرت ابی بن کعبؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! کیا وہاں (رب العزۃ جل جلالہ وعم نوالہ کے پاس میرے نام کی خصوصیت کے ساتھ) میرا ذکر آیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا ہاں۔ اس پر وہ (مارے خوشی اور فرط مسرت کے رو پڑے "

اسی مضمون کی روایات حضرت انسؓ اور خود حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما سے مروی ہیں جن کو ابن سعدؒ، سیدنا امام احمدؒ، بخاریؒ، مسلمؒ، ابن مردویہؒ، ترمذیؒ

اور حاکم نے بروایت صحیحہ نقل کی ہیں۔ لہٰذا یہی قول کہ یہ سورۃ شریفہ مدنیہ ہے اصح معلوم ہوتا ہے۔ ہم نے بھی اسی کو لیا ہے۔ واللہ اعلم۔

سورۂ بینہ کی آیتیں اس کی آیات کی تعداد بھی بعض نے آٹھ اور بعض نے (۹) بتلائی ہے۔ یہ در اصل کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جن حضرات کے پاس بسم اللہ الرحمن الرحیم سورے کا جزو نہیں ہے انھوں نے آیات کی تعداد آٹھ بتلائی اور جنھوں نے جزو سورت قرار دیا ہے ان کے نزدیک تعداد (۹) ہوگی۔

اس سورت کا ماقبل سے ربط اس سورت شریفہ کا ماقبل سے ربط اور مناسبت اس طرح ہے کہ سورہ قدر میں قرآن کریم کو نازل کرنے کا بیان فرمایا گیا تھا۔ سوال پیدا ہوتا تھا کہ قرآن کریم کو کیوں نازل فرمایا گیا؟ یہاں اس کی علت غائی بیان فرمائی جارہی ہے: لم یکن الذین کفروا من اھل الکتاب والمشرکین منفکّین حتی تأتیھم البینۃ۔ کفار اہل کتاب اور مشرکین اپنے کفر سے باز نہ آئیں گے تاآنکہ ان کے پاس روشن دلیل نہ آئے" وہ دلیل روشن ' ذات اقدس حضور سید الکائنات علیہ التحیۃ والتسلیمات اور کتاب مبین ہے جو آپ پر نازل ہورہی ہے۔ گویا قرآن کریم اسلئے نازل

فرمایا جا رہا ہے تاکہ کفار اہل کتاب اور مشرکین اپنے کفر سے باز آئیں۔ اور ان پر حجت پوری ہو جائے۔ اور آئندہ ان کے لئے کوئی عذر باقی نہ رہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔

98-1 لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ
98-2 مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۙ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا
98-3 صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۙ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۗ نہ تھے وہ لوگ جو منکر ہیں

اہل کتاب اور مشرک باز آنے والے یہاں تک کہ پہنچے ان کے پاس روشن دلیل رسول اللہ کی طرف سے پڑھ سناتے ہیں پاک صحیفے ان میں لکھی ہیں سیدھی باتیں۔

بعثت شریف سے پہلے اہل کتاب و مشرکین کا حال

حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت شریف سے پہلے اقوام عالم کی کیا حالت اور کیفیت تھی اس کا بیان گزشتہ سورتوں اور آیات کریمہ کی تفسیر کے ضمن میں بارہا آچکا ہے۔ اللہ سبحانہ کے بھیجے ہوئے تمام انبیاء و رسل علی نبینا وعلیہم الصلاۃ والسلام نیز صحف سماویہ اور آسمانی کتابوں کے نازل کئے جانے کا مقصد وحید اولاد آدم کو

کفر وضلالت سے نکال کر ان کو رشد وہدایت کی تعلیم دیتا تھا۔ جن قوموں پر رسولوں کو بھیجا گیا اور ان پر کتابیں نازل ہوئیں ان میں یہود ونصاریٰ دو بڑے گروہ تھے جن کی ہدایت کے لئے توریت وانجیل نازل ہوئی تھی وہ بھی اس قدر گمراہ ہو چکے تھے کہ بجائے راہ توحید اختیار کرنے اور شرک سے دور رہنے کے ان کا حال یہ تھا:۔

قالت الیہود عزیر ابن اللہ وقالت النصاری المسیح ابن اللہ۔ یہود کہتے تھے عزیرؑ اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ کہا کرتے کہ مسیحؑ خدا کے بیٹے ہیں" ان کا دیکھا دیکھی مشرکین عرب جن کے پاس نہ کوئی رسول مبعوث ہوئے اور نہ کوئی کتاب آسمانی ہی تھی یہ کہنے لگے۔ الملائکۃ بنات اللہ۔ فرشتے اللہ سبحانہٗ کی بیٹیاں ہیں" معاذ اللہ معاذ اللہ اسی طرح یہود ونصاریٰ باہم ایک دوسرے کو یوں کہتے تھے:۔ قالت الیہود لیست النصاریٰ علی شیئ وقالت النصاریٰ لیست الیہود علی شیئ وھم یتلون الکتاب۔ یہود کہتے تھے کہ نصاریٰ کسی صحیح راہ پر نہیں ہیں اور نصاریٰ کہتے تھے کہ یہود کسی سچے دین پر نہیں ہیں درحالیکہ وہ سب اللہ کی کتاب پڑھتے تھے" بہرحال جب اہل کتاب کی گمراہی اس درجہ بڑھ چکی تھی تو مشرکین کس شمار وقطار میں آ سکتے تھے؟

نبی آخر الزماں پر ایمان لانے کا عہد	یہ تو اقوام عالم کے باہمی اختلافات تھے۔

البتہ یہود ونصاریٰ اس امر پر متفق تھے کہ جب نبی آخر الزماں تشریف لائیں گے تو ہم سب ان پر ایمان لائیں گے اور ان کا بتایا ہوا دین قبول کرلیں گے کیونکہ ان کی آسمانی کتابوں (توریت اور انجیل) میں بصراحت لکھا ہوا تھا کہ نبی آخر الزماں تشریف لانے والے ہیں۔ نیز ان کا نام نامی اسم گرامی ان کا مقام، ان کا قبیلہ وخاندان اور حلیہ تک اس میں بتلایا گیا تھا۔ اور ضروری نشانیاں بھی ان کتابوں میں درج تھیں جن کو دیکھ کر سہولت کے ساتھ ان کو پہچان سکیں۔ نیز ان کے اوصاف واخلاق ان کے متبعین صادقین کے اوصاف بھی لکھے ہوئے تھے۔ چنانچہ جب ان کی کافروں سے لڑائیاں ہوتیں تو نبی آخر الزماں کا واسطہ دیکر اور آپ کا وسیلہ لے کر اپنی فتح ونصرت کے لئے اللہ پاک سے دعائیں کیا کرتے تھے۔ نبی آخر الزماں کی آمد کا جو بیان توریت اور انجیل میں تھا اس کی اطلاع قرآن کریم میں اس طرح دی گئی ہے :۔

الذین یتبعون الرسول النبیّ الامّیّ الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التورٰۃ والانجیل یامرھم بالمعروف وینھٰھم عن المنکر ویحلّ لھم الطیبٰت ویحرّم علیھم الخبٰئث ویضع عنھم اصرھم والاغلٰل الّتی کانت علیھم۔ جو لوگ پیروی کرتے ہیں رسول نبی امی کی جن کو وہ لکھا ہوا پاتے ہیں توریت اور انجیل میں کہ وہ حکم دیں گے ان کو اچھی باتوں کا اور منع کریں گے

ان کو بری باتوں سے۔ اور حلال قرار دیں گے ان کے لئے ستھری چیزوں کو اور حرام ٹھہرائیں گے ان پر خبیث (پلید) چیزوں کو' اور اتار دیں گے ان سے بوجھ اور طوق جو ان پر پڑے ہوں" اور اپنی فتح و نصرت کی دعائیں کرنے کا بیان اس طرح فرمایا گیا ہے:- وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا۔ اور (نبی آخر الزماں کی دہائی دے کر اپنی فتح و نصرت طلب کرتے تھے کافروں کے مقابلے میں" چنانچہ یوں دعائیں مانگتے تھے:- اللھم افتح علینا وانصرنا بالنبی المبعوث فی آخر الزمان ویقولون لاعدائھم من المشرکین قد اظل زمان نبی یخرج بتصدیق ما قلنا فنقتلکم معہ قتل عاد وارم۔ الٰہی! ہم کو فتح دیجئے اور ہماری مدد فرمائیے اس نبیؐ کے طفیل اور وسیلے میں جو آخری زمانے میں بھیجے جانے والے ہیں اور اپنے مشرک دشمنوں سے کہتے کہ اب وہ وقت آچکا ہے کہ نبیؐ (آخر الزماں) نمودار ہوں گے جن کی آمد سے ہماری بات کی تصدیق ہو جائے گی ہم ہم ان کے ساتھ ہو کر تم کو عاد و آرم کی طرح نیست و نابود کر دیں گے۔

مشرکین کا بھی اہل کتاب سے اتفاق یہی حال مشرکین عرب کا بھی تھا کہ اہل کتاب سے سن سن کر اور اپنے معتمد علیہ اصحاب سے معلوم کر کے اسی قسم کے بیانات دیتے تھے۔ چنانچہ زید بن عمرو بن نفیل جس کی آمد و رفت اور نشست و برخاست'

اہل کتاب کے ساتھ رہتی تھی وہ کہا کرتا تھا:۔ قد اظل زمانہ وانہ من قریش بل من بنی ھاشم بل من بنی عبد المطلب۔ اب نبی آخر الزماں کے ظہور باذور کا وقت آچکا ہے۔ اور وہ یقیناً قبیلۂ قریش سے ہوں گے بلکہ قریش میں سے بھی بنی ہاشم میں ہوں گے بلکہ ان میں سے بھی عبد المطلب کی اولاد سے ہوں گے۔" اسی طرح جب ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ ان کا نام نامی محمدؐ ہوگا تو کئی آدمیوں نے اپنے نومولود بچوں کا نام محمد رکھنا شروع کر دیا اس توقع پر کہ یہی بچہ شاید نبی آخر الزماں ہو۔ یہ تو سب تمنا اور آرزوئیں تھیں۔ اللہ سبحانہٗ کے نزدیک روز ازل ہی اس کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ اور ظہور اسی ذات اقدس کا ہوا جو منظور ازلی تھا۔ یہاں یہی بیان فرمایا جا رہا ہے:۔

لم یکن الذین کفروا کی تفسیر	لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ۔

"نہ تھے وہ لوگ جو منکر ہیں اہل کتاب اور مشرک باز آنے والے تا آنکہ پہنچے ان کے پاس ثبوت"۔ یعنی اہل کتاب اپنے کفر سے اور مشرکین اپنے شرک سے باز آنے والے نہیں ہیں تا آنکہ آئے ان کے پاس اس کا ثبوت۔ وہ ثبوت اور دلیل وحجت کیا ہے؟ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ۔ ایک پیغمبر ہیں جو اللہ سبحانہٗ کی طرف سے

بھیجے جانے والے ہیں۔" جملہ کمالات ظاہری اور باطنی کے ساتھ۔ اپنی نبوت و رسالت
کے دلائل اور شواہد لے کر ان تمام پیش گوئیوں کے مطابق جو اگلی آسمانی کتابوں میں
مرقوم ہیں اور جن کی آمد آمد کی بشارت جملہ انبیاء و مرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین
اپنے اپنے عہد میں اپنی امتوں کو دیتے آئے ہیں۔ ع دعائے خلیل و نوید مسیحا۔
جن کے اوصاف عالیہ اور اخلاق فاضلہ یہ ہیں:۔ یَتۡلُوۡا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً
فِيۡهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۔ پڑھ سناتے ہیں پاکیزہ صحیفے ان میں لکھی ہیں سچی
باتیں۔" یعنی ان پر ایک کتاب مبین نازل ہوگی جس کی ایک ایک سورت ایک
ایک صحیفہ ہے۔ اور ایک ایک ورق، اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والا، ان کا
محافظ، نیز ان کا خلاصہ اور مجموعہ ہے۔ اگلی امتوں نے اپنی کتابوں کی قدر نہ جانی
اور کمال ناقدری سے ان کو ضائع کر دیا۔ اس میں تحریف صوری و معنوی کی۔
مضامین بدل دئے۔ جو احکام ان کے مطلب کے مطابق تھے ان کو تو باقی رکھا
اور جو ان کی خواہش نفس کے خلاف دکھائی دئے ان کو حذف کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا
کہ وہ خود ان مقدس کتابوں کے فوائد و برکات سے محروم رہے۔ یہ کتاب مبین
ایسی ہے کہ اس کو جیسا کہ ہم نے اس کو اتارا ہے اس کی حفاظت کا ذمہ بھی ہم ہی نے
لیا ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ ہم ہی نے اس سرتاپا

نصیحت بھری کتاب کو نازل کیا ہے اور ہم خود بہ نفس نفیس اس کے محافظ و نگہبان ہیں۔ آج چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب آج بھی جوں کی توں محفوظ و مصئون ہے۔ لا یأتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید۔ کوئی غلط اور باطل چیز نہ اس کے سامنے سے آسکتی ہے اور نہ اس کے پیچھے سے۔ ہر سمت سے اس کی حفاظت کی گئی ہے۔ کیوں نہ ہو یہ کتاب اتاری گئی ہے خدائے حکیم کی طرف سے جو ہر طرح کی حمد و ثنا کا حقیقی طور پر مستحق ہے۔"

صُحُفاً مُّطَهَّرَۃً کی تفسیر

صُحُفاً مُّطَهَّرَۃً اس اعتبار سے کہ کتاب مبین میں جس قدر آیات، احکام (اوامر نواہی) ضرب الامثال قصص و مواعظ، اخلاق، آداب، پیشین گوئیاں، عجائب، اسرار، حقایق، عقاید، اعمال وغیرہ مذکور ہیں وہ سب کے سب پاکیزہ صاف ستھرے ہیں۔ نزول سے پہلے قرآن کریم لوح محفوظ پہ پاک مقام میں محفوظ تھا۔ پاک ہاتھوں سے لکھا گیا تھا۔ پاک لوگوں کی حفاظت و نگرانی میں تھا۔ پھر لیلۃ القدر میں سماء دنیا پر اتارا گیا تو اس کو بیت العزۃ میں رکھا گیا۔ اور اس کی حفاظت و صیانت کا اہتمام ملائکہ کرام کے سپرد کیا گیا۔ پھر نجماً نجماً قسطاً قسطاً حسب ضرورت و مصالح

تیئیس سال کے عرصہ تک اتارا جاتا رہا تو اس عرصہ مدت میں بھی حضرت جبرئیل علیہ السلام
اور موکب ملائکہ کرام میں رہا جو سب کے سب ہر گناہ و معصیت سے پاک اور معصوم
تھے۔ پھر رسول پاک اور نبی معصوم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس کا القاء بذریعہ وحی
فرمایا گیا۔ اور آپ کے توسط سے یہ مقدس امانت امت مرحومہ کے تفویض ہوئی
اور حکم ہوا کہ لا یمسّہٗ الا المطھرون کہ اس کو پاک لوگ ہی مس کیا کریں۔
یعنی جو غسل کئے ہوئے اور باوضو ہوں وہی ہاتھ لگایا کریں۔ ہاں بے وضو لوگ
زبانی پڑھ سکتے ہیں کیونکہ زبان اعضائے وضو میں داخل نہیں۔ لیکن جن کو غسل
کی حاجت ہو وہ زبانی بھی نہ پڑھیں۔ اس کو رکھنا ہو تو پاک جگہ پاک غلاف میں
لپیٹ کر رکھیں تاکہ کسی ناپاک کا ہاتھ لگنے نہ پائے۔

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ 98-4
الْبَیِّنَةُ ؕ اور نہیں پھوٹ پڑی ان لوگوں میں جن کو دی گئی کتاب مگر بعد اس کے کہ
آئی ان کے پاس روشن دلیل۔

اہل کتاب کا حسد و عناد یعنی یہود و نصاریٰ جو اہل کتاب ہیں باوجود باہمی
اختلافات شدیدہ اور خرافات عدیدہ کے اس امر پر متفق تھے کہ نبی آخر الزماںؑ
تشریف لائیں گے تو ان کے باہمی اختلافات خود بخود ختم ہو جائیں گے اور

سب کے سب آپ پر ایمان لائیں گے اور آپ کا اتباع کریں گے مگر ہوا یہ کہ صدیوں
سے جس امر پر ہر دو فریق اتفاق کر چکے تھے (یعنی نبی آخر الزماں پر ایمان لانا)
یہی چیز اتفاق کی بجائے اختلاف کا سبب بن گئی۔ حضور سید المرسلین صلوات اللہ
وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین جب مبعوث ہوئے تو ہر دو گروہ اپنی بات سے پلٹ
گئے۔ یہ نہیں کہ ان لوگوں نے حضور کو نہیں پہچانا۔ ضرور پہچان لیا کیونکہ آپ کا
حلیہ پاک آپ کے اوصاف طیبہ ان کی کتابوں میں لکھے ہوئے تھے۔ یعرفونہ
کما یعرفون ابناءھم۔ آپ کو وہ خوب پہچانتے ہیں جیسا کہ وہ اپنے بیٹوں
کو پہچانتے ہیں" جن کی شناخت میں کسی قسم کا شک یا تردد نہیں۔ ایسی کامل
معرفت کے بعد بھی ان کا انکار محض عناد اور حسد کی بنا پر تھا۔ ہر گروہ کا زعم
یہ تھا کہ نبی آخر الزماں اپنی ذریت سے ہوں گے۔ یہود کا زعم تھا کہ وہ یہودی النسل
ہوں گے اور نصاریٰ کا پندار یہ تھا کہ وہ نصاریٰ سے ہوں گے۔ واللہ اعلم
حیث یجعل رسالتہ ۔ اللہ سبحانہ ہی کو خوب معلوم ہے کہ اپنی رسالت
اور پیغمبری کہاں دی جانی چاہیے" یہ حالات اور کیفیات تو اہل کتاب کے
تھے جس کی بنا پر وہ کافر قرار دیے گئے۔

مشرکین بھی اہل کتاب کے نقش قدم پر | رہے مشرکین عرب جہاں نہ کوئی نبوت

ورسالت تھی نہ ان کو کسی آسمانی کتاب سے واسطہ رہا تھا۔ صدیوں سے جہالت کا دور دورہ تھا۔ حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام نے بنائے کعبۃ اللہ کے موقع پر دعا فرمائی تھی :- ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم آیاتک ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم۔ اے پروردگار ہمارے! بھیج دیجئے ان میں ایک رسول انھیں میں سے جو پڑھ سناتے رہیں ان کو آپ کی آیتیں اور تعلیم دیتے رہیں ان کو کتاب وحکمت کی اور ان کے نفوس اور قلوب کا تزکیہ کرتے رہیں۔ بے شک آپ عزت والے غلبہ والے ہیں۔ کائنات میں سے کوئی ہستی بلکہ ساری کائنات بھی آپ پر غلبہ نہیں پا سکتی حکمت والے ہیں کہ آپ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں؛ بہتیرے اس واقعہ دعا کو اپنی آبائی جہالت کی وجہ سے بھولے ہوئے تھے۔ اہل کتاب سے سنی ہوئی باتوں کی بنا پر کسی کو کچھ معلوم بھی ہوا تو ان میں سے بھی ہر قبیلہ وخاندان کی یہی خواہش تھی کہ اللہ سبحانہ کی یہ نعمت عظمیٰ ان کے حصے میں آئے اور اسی تصور میں اپنی اولاد کا نام محمد رکھنا شروع کیا۔ حالانکہ اس سے پیشتر کے لوگوں میں یہ نام نامی کسی نے بھی نہیں رکھا تھا۔ جب انھوں نے دیکھا کہ قریش جیسے عظیم الشان قبیلہ کے ایک مقدس خاندان بنی ہاشم اور بنی ہاشم کے بھی ایک مقدس ترین گھرانے

بنی عبدالمطلب میں ظہور نور ہوا جن کی معاشی و دنیوی وجاہت قابل ذکر نہ تھی پھر آپ یتیم پیدا ہوئے اور یتیمی ہی میں آپ کی نشو و نما ہوئی تو مارے حسد کے جل گئے اور لگے انکار کرنے۔

اہل کتاب کا علم تحقیقی اور مشرکین کا تقلیدی

یہی سبب ہے کہ نبی آخرالزماں کی رونق افروزی پر باہمی اختلافات کو مٹا کر آپ پر ایمان لاتے اور آپ کا اتباع کرنے میں اہل کتاب کی طرح، مشرکین عرب بھی خود کو ان کا شریک حال خیال کر رہے تھے اور یہ تینوں گروہ متفق اللفظ ہو گئے تھے جس کے پیش نظر اس سورت شریفہ کی پہلی آیہ کریمہ لم یکن الذین کفروا میں اہل کتاب کے ساتھ مشرکین کا ذکر بھی فرمایا گیا تھا۔ مگر حضور کی بعثت شریفہ کے بعد جب اہل کتاب جن کا علم آپ کی نسبت تحقیقی تھا انھوں نے ساتھ نہ دیا تو مشرکین عرب جہلا جہالت ہی جہالت تھی اور اگر کچھ علم ہوا بھی تو محض تقلیدی اور سماعی تھا۔ اس لئے تفرق کے موقع پہ صرف اہل کتاب کا بیان فرمایا۔ مشرکین کا ذکر تک نہیں فرمایا گیا۔ مطلب یہ کہ تحقیقی علم کی بنا پر ایمان کا دم بھرنے والے اور اتباع کا عہد کرنیوالے اہل کتاب ہی وقت پر میدان سے ہٹ گئے تو سماعی اور تقلیدی علم والے مشرکین کا کیا ذکر؟ اس تقریر سے معلوم ہوا کہ حسد و عناد ایسی بری بلا ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے

انسان کو نہ اپنا عہد یاد رہتا ہے اور نہ اس کا علم ہی کارآمد ہوتا ہے۔ نیز یہ کہ نجات کے لئے محض علم کافی نہیں توفیق اور فضل الٰہی بھی شامل حال ہونا چاہئے۔

ایک تمثیل ان تماموں کی مثال ایک ایسے شخص کی سی ہے کہ کسی واعظ و ناصح کا وعظ سن کر یہ کہتا رہا کہ حضرت! میں اس وقت حد درجہ افلاس اور فلاکت میں ہوں۔ اگر اللہ سبحانہ مجھے سرفراز فرمائے اور ایسا وقت آئے کہ میری فلاکت کی جگہ تونگری اور دولت لے لے تو کار ہائے خیر میں آپ کے وعظ و نصیحت کے مطابق ایسا ایسا دوں گا اور راہ خدا میں یوں خرچ کرتا رہوں گا۔ پھر کچھ دنوں بعد اللہ کے فضل و عنایت سے اس کی حالت ٹھیک ہو گئی اور فقر و فاقہ اور افلاس و نکبت دفع ہو کر خوب مال و دولت ہاتھ لگ گئی تو اس کا تمرد و عناد اور بڑھ گیا۔ اور پچھلی باتیں ساری کی ساری فنیاً غنیاً ہو گئیں۔ یہی حال کفار اہل کتاب اور مشرکین عرب کا ہے۔

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ 98-5
وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝ اور
ان کو یہی حکم دیا گیا کہ بندگی کرتے رہیں اللہ کی خالص کرکے اس کے واسطے
بندگی ابراہیم کی راہ پر اور قائم رکھیں نماز اور دیتے رہیں زکوٰۃ اور یہ ہے

راہ سیدھے لوگوں کی "

نبی آخرالزماں ؐ کی تشریف آوری پر ان کا اتباع کرنے اور ان پر ایمان لانے میں اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) اور مشرکین عرب کو تردد اور شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی اسلئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد میں اور حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے زمانے میں پیروان دین حنیف کو یہی حکم دیا گیا تھا کہ باطل کے تمام تعلقات اور بندھنوں کو توڑ کر اپنا رشتہ دین حق سے جوڑیں جو دین اسلام کی سیدھی سیدھی راہ ہے جس میں اخلاص اور صدق کے ساتھ خدائے واحد کی عبادت کی جاتی ہے۔ نام و نمود یا دکھانا سنانا منظور نہیں ہوتا جس میں ساری کائنات کا مختار و مالک کل اللہ سبحانہ کی ذات واحد کو سمجھا جاتا ہے۔ اس کے سوا کائنات کے کسی شعبہ میں کسی کو خود مختار نہیں مانا جاتا۔ جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں :۔ وَمَآ اُمِرُوا فی التوراۃ والانجیل الا باخلاص العبادۃ للہ موحدین۔ (مظہری) توریت اور انجیل میں (یہود و نصاریٰ کو) یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ توحید پر قائم رہ کر خدائے واحد کی مخلصانہ عبادت بجا لائیں اور اسی کے بندے بنے رہیں " اور قائم رکھیں نماز جو جسمانی عبادات میں بہترین عبادت ہے، اور دیتے رہیں زکاۃ

جو مالی عبادات میں سب سے ارفع و اعلیٰ عبادت ہے۔ اور یہی ہے راہ سیدھے لوگوں کی۔" یہ اصول دین ملت ابراہیمیہ کے تھے اور جن کی پابندی کا حکم اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کو دیا گیا تھا۔ جب نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم رونق افروز ہوئے تو آپ نے بھی دین اسلام کے یہی اصول قرار دیئے اور نماز و زکاۃ کا حکم تمام امت مرحومہ کو دیا۔ کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو حکم ملا و اوحینا الیک ان اتبع ملۃ ابراھیم حنیفاً اور ہم نے آپ کے پاس حکم بھیجا کہ آپ ملت ابراہیمی کا اتباع کیجئے جو تمام ادیان باطلہ سے ٹوٹ کر دین حق پر قائم ہے۔" جب ملت ابراہیمیہ کے اتباع کا حکم توریت اور انجیل میں تھا اور وہی حکم حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی دے رہے ہیں تو کفار یہود و نصاریٰ ہوں یا مشرکین عرب۔ ان کے لئے اچنبے کی بات ہی کیا تھی؟ دین حنیف کے احکام دئے جانے پر بھی آپ پر ایمان نہ لاتا اور آپ کا اتباع نہ کرنا بغض و عناد اور حسد و کینہ نہیں تو اور کیا ہے؟۔

حُنَفَآءَ کی تفسیر حنفاء کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔ حُجّاجاً۔ بیت اللہ شریف کا حج کرنے والے۔" یا بالفاظ دیگر یوں کہئے کہ

ساری دنیا سے بے تعلق ہو کر اللہ کے گھر کا قصد کرنے والے۔ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں:۔ مختتنا ین محرمین لنکاح الامر والمحارم۔ ختنہ کرنے والے' ماں کے ساتھ نکاح کو حرام جاننے والے' نیز جن رشتوں کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے ان سے نکاح کو حرام جاننے والے"۔ حضرت ابو قلابہ فرماتے ہیں:۔ مؤمنین بجمیع الرسل علیہم السلام۔ تمام پیغمبروں اور اللہ سبحانہ کے بھیجے ہوئے رسولوں پر ایمان لانے والے حنفاء ہیں"۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں: متبعین دین ابراھیم علیہ السلام۔ جو لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کا اتباع کرتے ہیں وہ حنفاء ہیں"۔ اور حضرت ربیع بن انسؓ فرماتے ہیں:۔ مستقبلین القبلۃ بالصلاۃ۔ نماز کے لئے قبلہ کی طرف رخ کرنیوالے حنفاء ہیں"۔ فقیر عرض کرتا ہے کہ حنیف کے اصل معنی ہر قسم کی کجی اور ٹیڑھے پن سے دور ہو کر استقامت کی طرف مائل ہونے کے ہیں۔ لہذا جو اقوال اوپر بیان کئے گئے وہ بطور تمثیل ہیں یا علامات و اوصاف۔ اس اعتبار سے ہر معنی بجائے خود درست ہیں۔

عمل کو جزوِ ایمان کہنے والوں کا استدلال

جو لوگ عمل کو ایمان کا جزو قرار دیتے ہیں ان کا استدلال اسی آیہ کریمہ وما امروا الا لیعبدوا اللہ

مخلصین لہ الدین حنفآء و یقیموا الصلاۃ و یؤتوا الزکوۃ و ذلک
دین القیمۃ سے ہے۔ جس میں ارشاد ہوا ہے کہ (اہل کتاب اور مشرکین اور)
سب لوگوں کو یہی حکم دیا گیا ہے کہ خدائے واحد کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کریں،
اپنا دین سب ادیان سے یک سو ہو کر خالصاً اسی کے لئے ہو اور نماز کو قایم کریں اور
سب مل کر زکاۃ دیا کریں یہی سیدھا دین ہے " اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ نماز
اور زکاۃ جو عبادات بدنی اور مالی میں شامل ہیں وہ بھی دین ہی ہیں۔ اس کی
تائید روایات ذیل سے ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت عقیلؒ نے ایک دفعہ امام زہریؒ
سے فرمایا:۔ تزعمون ان الصلاۃ والزکاۃ لیسا من الایمان فقرأ
وما امروآ الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء و یقیموا
الصلوۃ و یؤتوا الزکوۃ و ذلک دین القیمۃ تری ھذا من الایمان اولا
(ابن ابی حاتم) آپ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ نماز اور زکاۃ وغیرہ اعمال ایمان میں
داخل نہیں ہیں۔ پھر آیۂ وما امروا الا لیعبدوا اللہ کی تلاوت کرکے فرمایا
کہ نماز و زکاۃ وغیرہ اعمال کو ایمان میں داخل اور ایمان کا جزو تصور کرتے ہو
یا نہیں ؟" کیونکہ نماز اور زکاۃ کو بھی اس آیہ کریمہ میں دین القیمۃ فرمایا
گیا ہے۔ نیز حضرت عطاء بن ابی رباح سے دریافت کیا گیا۔ ان قوما

قالوا ان الصلاۃ والزکاۃ لیسا من الدین فقال الیس یقول اللہ
وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء ویقیموا الصلوٰۃ
ویؤتوا الزکوۃ وذٰلک دین القیمۃ فالصلاۃ والزکاۃ من الدین
(ابن المنذر) بعض لوگ کہتے ہیں کہ نماز اور زکاۃ دین (ایمان) میں داخل نہیں
ہیں۔ تو (حضرت عطا نے جواب میں) فرمایا کیا اللہ سبحانہ کا یہ ارشاد نہیں ہے:۔
وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء ویقیموا الصلاۃ
ویؤتوا الزکاۃ۔ لہذا نماز اور زکاۃ بھی دین میں داخل اور جزو ایمان ہیں"۔
حضرت ابو وائل بھی یہی فرمایا کرتے تھے (عبد بن حمید)۔

اہل السنۃ والجماعۃ کا جواب ہم اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلک یہ ہے کہ
ایمان امر اعتقادی ہے جس کا تعلق دل سے ہے۔ اعضائے ظاہرہ کو اس میں
دخل نہیں نماز زکاۃ وغیرہ اعمال ہیں جو ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء و
جوارح سے ادا ہوتے ہیں۔ اور اللہ سبحانہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بار بار
ارشاد فرمایا ہے:۔ آمنوا وعملوا الصالحات۔ ایمان لائے اور اچھے
کام کرتے رہے"۔ یعنی عملوا کا عطف آمنوا پر فرمایا اور عطف چاہتا ہے مغائرت کو یعنی
معطوف علیہ اور ہے اور معطوف چیز دیگر۔ دونوں ایک نہیں ہوسکتے ان میں سے

ہر ایک جدا جدا حقیقت ہے جیسا کہتے ہیں: ـ جاء نی زید و عمرو۔ میرے پاس زید اور عمرو آئے" اس سے معلوم ہوا کہ زید کی شخصیت جدا ہے اور عمرو کی جدا۔ دونوں کا وجود مستقل ہے، ایک دوسرے میں نہ تو داخل ہے اور نہ ایک دوسرے کا جزو۔ اور خود اس آیۂ کریمہ وما امروا میں بھی حقیقتِ دین جملہ لیعبدوا اللہ کو قرار دیا گیا (کہ اسی کے بندے بنے رہیں) اور اسی کی نسبت ارشاد ہوا مخلصین له الدین اپنا دین و اعتقاد خالصاً مخلصاً اسی کے لئے ہو۔ اللہ سبحانہٗ کے سوا اور کسی کے لئے نہ ہو۔ اور نماز و زکاۃ کا بیان جدا طور پہ فرمایا گیا۔ اس طرح ایمان اصل دین، اور نماز و زکاۃ اس کے ثمرات و نتائج ہیں۔ ہاں ان کی فرضیت کا اعتقاد داخل دین ہے جس کا تعلق دل سے ہے۔ رہی اس کی ادائی جو ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء و جوارح سے تعلق رکھتی ہے دین کا جزو تو نہیں ہے البتہ اس کا ثمرہ و نتیجہ اور دین کا شعار ہے۔ اسی سے انسان پہچانا جاتا ہے کہ وہ مومن ہے۔ اور اعتقاد کا حال کہ کس کا کیا اعتقاد ہے؟ خدا ہی علیم ہے۔ بس اسی سے اعتقاد و عمل کا فرق ظاہر ہے۔

اس کے بعد آنے والی آیات کریمہ میں کفار کے لئے جو سزا مقرر ہے اس کی وعید اور نیکوکار اصحاب کے لئے جو وعدے دئے گئے ہیں ان کا بیان آرہا ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے :۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَٰبِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ 98-6
جَهَنَّمَ خَٰلِدِينَ فِيهَا ۚ أُولَٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝ بے شک
وہ لوگ جو منکر ہوئے اہل کتاب اور مشرک ہوں گے دوزخ کی آگ میں ہمیشہ
رہیں اس میں، وہ لوگ ہیں بدتر سب مخلوق سے ''

کفار کے اقسام کفار دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو علم کا دعوی کرتے ہیں جیسے اہل کتاب۔ اور دوسرے مشرک جو جاہل محض ہیں جن کے پاس کوئی آسمانی کتاب نہیں آئی۔ جب ان دونوں گروہوں نے حق کا انکار کیا تو ان کا شمار منکرین میں ہوا۔ اور منکرین کے لئے جو سزا مقرر ہے اس کے یہ دونوں فریق مستحق ٹھہرے۔ از انجملہ اہل کتاب کو مشرکین پر مقدم رکھا گیا اور ان کو سزا کا استحقاق اولیں قرار دیا گیا۔ بات صاف ہے جیسا کہ حضرت سعدیؒ نے فرمایا ؎

ایں کہ نابینائی از رہ او فتاد ویں دو چشمش بود در چہ او فتاد

ایک گروہ (مشرکین کا) جو علم آشنا نہ تھا اور جہل و نادانی کی بنا پر اندھا بنا ہوا تھا وہ اگر راستہ چھوڑ دے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ بڑا تعجب تو اس پر ہے کہ ایک گروہ علم و عقل سے بہرہ ور ہے، کتاب آسمانی سے واقف ہے اس کی

دونوں آنکھیں کھلی ہوئی ہیں یہ سب کچھ موجود ہوتے ہوئے کوئیں میں جا پڑے تو وہ وہ کیوں قابل ملامت نہ سمجھا جائے۔

ایک لطیف نکتہ تفسیر نیشا پوری میں علامہ نظام الدین حسن تحریر فرماتے ہیں کہ یہاں ایک لطیف نکتہ ہے حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ آپ حق اللہ کو اپنے حق پر مقدم رکھا کرتے چنانچہ غزوہ احد میں دندان مبارک شہید ہوئے تو فرمایا:۔ اَللّٰھُمَّ اھدِ قومی فانھم لایعلمون۔ یا الٰہا! میری قوم کو ہدایت دیجئے اور ان کی رہبری فرمائیے کیونکہ وہ نادان ہے" اور جب غزوہ خندق میں نماز عصر قضا ہوگئی تو فرمایا:۔ ملأ اللہ بطونھم وقبورھم نارا۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ ان لوگوں کے پیٹ اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے" دندان مبارک کا شہید ہونا یہ اپنا معاملہ تھا آپ نے اس سے درگزر فرما دیا اور نہ صرف یہی بلکہ اس کی وجہ ظاہر کرکے سفارش بھی فرمائی:۔ فانھم لا یعلمون۔ کیونکہ وہ جانتے نہیں کہ آپ کے نبی اور رسول کی کیا منزلت ہے۔ نادانوں سے مواخذہ نہ ہونا چاہیے۔ بخلاف اس کے نماز عصر حق اللہ ہے۔ اس کے بروقت ادا نہ ہونے پر آپ سے رہا نہ گیا یہاں تک کہ آپ نے اسی قوم پر بد دعا فرمائی کہ ان کے پیٹ اور ان کی قبریں آگ سے

بھر دی جائیں۔ جب آپ نے اپنے حق پر حق اللہ کو ترجیح دی تو اللہ سبحانہ نے بھی اپنے
حق پر اپنے رسول مقبول کے حق کو مقدم رکھا۔ اس طرح کہ اگر کوئی مسلمان عمر بھر نماز
نہ پڑھے تو وہ کافر قرار نہ دیا جائے گا۔ لیکن اگر اس کے رسول کا ذرا بھی انکار کرے تو
وہ کافر قرار پائے گا۔ چنانچہ اہل کتاب و مشرکین مدتوں سے نبیؐ آخر الزماں پر ایمان رکھتے
تھے اور ان کی آمد آمد کے منتظر تھے۔ ان کی تشریف آوری پر انکار کیا تو کافر قرار
پائے۔ اور دائمی عذاب کے مستوجب ٹھہرے۔

شرّ البریّہ کی تفسیر | اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۔ وہ کفار (اہل کتاب
و مشرکین) بدترین مخلوق ہیں۔ بدترین اس وجہ سے کہ ہر مخلوق خواہ وہ جمادات
و نباتات سے ہو یا حیوان۔ ان میں سے جو بھی جس کام کے لئے بنائی گئی ہے وہ
اپنا کام کر رہی ہے۔ اور اپنا فرض انجام دے رہی ہے۔ لیکن انسان جس کی
آفرینش عبادت کے لئے ہوئی جیسا کہ ارشاد ہے:۔ وما خلقتُ الجنّ
والانس الّا لیعبدونِ ۔ اور میں نے جن وانس کو جو پیدا کیا وہ محض
اس لئے کہ وہ میری بندگی کرتے رہیں۔ یہ مخلوق اللہ سبحانہ کی بندگی سے
سرتابی کر رہی ہے۔ بندگی سے سرتابی کرنے والی مخلوق یہی کفار (اہل کتاب و
مشرکین) ہیں۔ لہذا یہی تمام مخلوقات میں بدترین قرار پائے۔ اسی لئے اللہ سبحانہ نے

دوسری جگہ فرمایا:— اولئك كالانعام بل هم اضل - یہ کفار چوپایوں کی طرح ہیں" اس لئے چارپائے عقل ودانش سے عاری ہیں اور کفار سب کچھ رکھتے ہوئے بھی گمراہی اختیار کئے ہوئے ہیں - چوپایہ جانوروں کا یہ حال ہے کہ وہ مالک کے بلانے پر آتے اور اس کے اشارے پر کام کرتے ہیں - مگر کافر کا یہ حال ہے کہ روزانہ پانچ وقت اسکو دعوت عبادت دی جاتی ہے مگر نہ وہ عبادت کے موقع پر آتا اور نہ اپنے مالک کو پہچانتا ہے -

اہل کتاب اور مشرکین کا شر البریہ ہونا

یہ کفار اہل کتاب' ان کا حال یہ ہے کہ انسانوں میں بھی جو بدترین انسان سمجھے جاتے ہیں جیسے چور' ڈاکو' رہزن وغیرہ یہ تمام خرابیاں اور برائیاں ان میں موجود ہیں - چور ڈاکو تو صرف مال اور جان کے دشمن ہوتے ہیں اور اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) دشمن ایمان ہیں - ان کی آسمانی کتابوں (توریت شریف اور انجیل شریف) میں حضور نبی آخر الزماں علیہ صلوات اللہ وسلام الرحمٰن کی جو نشانیاں لکھی تھیں' آپ کی تشریف آوری کے بعد اُن علامات کو اپنی کتابوں سے اُڑا دیا' جس طرح چور لوگوں کا مال اُڑا لے جاتے ہیں - یا ان علامات کو بدل دیا جیسے خائنین کا حال ہوتا ہے کہ لوگوں کی امانت میں سے کار آمد چیز نکال کر

نکمی چیزیں رکھ دیتے ہیں۔ قطاع الطریق مسافروں کا راستہ روکتے ہیں۔ ان شریروں نے آنے والوں نسلوں کے دین کا راستہ روک دیا۔ ڈاکو مال پر ڈاکہ ڈالتے ہیں ان بدکرداروں نے لوگوں کے دین و ایمان پر ڈاکہ ڈالا۔ اور یہ سب محض بغض و عناد کی بنا پر کیا جو کفر کی بدترین خصلت ہے اس لئے وہ جاہلوں سے بھی بدتر ثابت ہوئے کہ جاہل تو اپنے جہل کی وجہ سے گمراہ ہوا تھا۔ اور یہ جانتے بوجھتے ہوئے گمراہ ہوئے اور گمراہ کیا۔ لہذا جو دائمی سزا نار جہنم کی ان کے لئے تجویز فرمائی گئی وہ بالکل جزاءً وفاقاً ٹھیک ٹھیک قرار پائی۔ یہی حال مشرکین کا ہے جس کا بیان اوپر گزر چکا۔ ان کے مقابل ایک اور گروہ کا انجام بھی سن لیجئے جو مومنین صالحین کا ہے۔ ارشاد ہو رہا ہے:-

98-7 إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝

یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور کام کرتے رہے شائستہ وہی ہیں بہترین مخلوق ۔

مومنین صالحین خیر البریہ ہیں

یعنی جو لوگ اللہ سبحانہ تعالیٰ پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے جملہ رسولوں پر اور ان کی بتائی ہوئی تمام باتوں پر یقین رکھتے ہیں، اور اچھے کاموں میں لگے ہوئے ہیں یقیناً یہ لوگ تمام مخلوقات میں سب سے بہتر ہیں۔ حتیٰ کہ ان میں بعض وہ ہیں جو فرشتوں پر بھی سبقت لے جاتے اور خود کو ان سے بہتر ثابت کرتے ہیں۔ اس لئے کہ فرشتوں کا ایمان لانا اور اچھے کاموں میں لگے رہنا ان کا فطری اور طبعی امر ہے کیونکہ ان کی سرشت میں خلاف ورزی کا مادہ ہی نہیں رکھا گیا ہے، ان سے طاعت اور عبادت کے سوا دوسرا کوئی کام صادر ہی نہیں ہو سکتا ۔ بخلاف بنی آدم کے کہ ان کی سرشت میں سب کچھ ودیعت ہے۔ اچھے اعتقاد اور اچھے اعمال کی بدولت وہ اعلیٰ علیین پر بھی پہنچ سکتے ہیں یا اس کا خلاف کر کے اسفل سافلین میں جا گر سکتے ہیں۔ ان میں سے اگر کوئی عصیاں اور خلاف ورزی پر غلبہ پاکر راہ ہدایت اختیار کرے اور نفس وشیطان پر قابو رکھ کر وہ کام کرے جو فرشتے ہی کر سکتے ہیں تو یقیناً اس کا مرتبہ ملائکہ کرام سے اعلیٰ وارفع ہوگا اور اس کا یہ عمل اور طرز زندگی فرشتوں کے مقابلے میں موجب صد آفریں ہوگا۔

مومنین صالحین ملائکہ سے بہتر ہیں

چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا:۔ اتعجبون من منزلۃ الملائکۃ من اللہ والذی نفسی بیدہ لمنزلۃ العبد المؤمن عند اللہ یوم القیامۃ اعظم من منزلۃ ملک واقرؤا ان شئتم ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات اولئک ھم خیر البریۃ۔ (ابن ابی حاتم) اللہ سبحانہ کے ہاں فرشتوں کی منزلت سے کیا تم تعجب میں پڑے ہوئے ہو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن ایک ایک مومن کی منزلت فرشتے سے بھی کہیں بڑھی چڑھی ہوگی۔ اس کا ثبوت چاہتے ہو تو یہ آیۂ کریمہ پڑھ لو جس کا ترجمہ یہ ہے کہ یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور بھلے کاموں میں لگے رہے وہ تمام مخلوقات میں سب سے بہتر مخلوق ہیں۔" ظاہر ہے کہ تمام مخلوقات میں فرشتے بھی داخل ہیں کیونکہ وہ بھی اللہ سبحانہ کی نوری مخلوق ہیں۔ لیکن خاکی انسان، ایمان اور عمل صالح کی بدولت ان پر بھی سبقت لے جا سکتا ہے۔

مضمون بالا کی تائید

اسی طرح ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مرفوع حدیث مروی ہے:۔ قالت قلت یا رسول اللہ!

من اکرم الخلق علی اللہ قال یا عائشۃ اما تقرئین ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات اولئک ھم خیر البریۃ۔ (ابن مردویہ) حضرت عائشہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! اللہ سبحانہ کے پاس تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ باعزت کون ہے؟ ارشاد ہوا عائشہ! کیا تم آیہ کریمہ ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات اولئک ھم خیر البریۃ نہیں پڑھتی ہو؟" جس میں بصراحت ارشاد باری عز اسمہ ہوا ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کاموں میں مشغول رہے یقیناً وہ تمامی مخلوقات سے بہتر ہیں"

عقیدۂ اہل السنۃ والجماعۃ اسی بنا پر ہم اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ یہ ہے کہ رُسُل بشر رسل ملائکہ سے اور مومنین صالحین عوام ملائکہ سے افضل ہیں۔ یہاں مومنین صالحین سے کاملین مراد ہیں جن کی زندگی کا کوئی لمحہ یاد خدا سے خالی نہیں اور جن کا ہر عمل میزان شریعت مطہرہ سے متجاوز نہیں ہونے پاتا۔ یہ معاملہ خواص مومنین اور اخص الخاص کا ہے۔ رہے عوام مومنین و آخرون اعترفوا بذنوبھم خلطوا عملاً صالحاً و آخر سیئاً ان میں بعض وہ ہیں کہ انھوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا جن کے اعمال نیک و بد مخلوط ہیں۔" ان کے اعمال ناموں میں نیکیاں بھی ہیں اور برائیاں بھی۔ ظاہر ہے کہ وہ عوام ملائکہ سے افضل نہیں ہو سکتے کیونکہ ملائکہ کرام کو بدی اور

برائی سے واسطہ ہی نہیں۔ لا یعصون اللہ ما امرھم و یفعلون مایؤمرون
اللہ سبحانہ کا جو کوئی ان کو حکم ہو وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے۔ وہ وہی کرتے ہیں جس کا
ان کو حکم دیا جاتا ہے" یہ اور بات ہے کہ مخلوط اعمال والوں کے لئے توبہ کا دروازہ
کھلا ہوا ہے۔ ان کے لئے بھی موقع ہے کہ توبہ و انابت سے کام لیں تو ممکن ہے کہ
صف ملائکہ میں شامل ہو جائیں گو ان پر سبقت حاصل نہ ہو کیونکہ ان کے لئے وعدہ
فرمایا گیا ہے:۔ عسی اللہ ان یتوب علیھم ان اللہ غفور رحیم۔ قریب
ہے کہ اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے اور ان کو معافی دیدے۔ بے شک اللہ بخشنے
والا مہربان ہے"

عملوا الصالحات کی تفسیر یہاں وعملوا الصالحات سے جملہ نیکیاں کر چکنا
مراد نہیں اور نہ یہ ممکن ہے اس لئے کہ نیک کام بے حد اور بے حساب ہیں اور ان
کی زندگی محدود۔ محدود مدت میں نا محدود کام انجام پانا ممکن ہی نہیں اور نہ ہر کام کے
کرنے کی صلاحیت، ہر ہر شخص میں ہوتی ہے اگر ایسا ہو تو نظام عالم درہم برہم ہو جائیگا
اور امن و امان باقی نہیں رہیگا۔ اگر سب کسان ہوں تو صناع اور کاریگر کون ہوگا
اور اگر سب کاریگر ہوں تو تاجر کون ہوگا اور اگر سب تاجر ہوں تو خریدار کون ہوگا؟
یہی حال آخرت کے کاموں کا ہے۔ اگر سب امام ہوں تو مقتدی کون؟ اور اگر سب

مفتی ہوں تو مستفتی کون ہوگا؟ بلکہ مقصد یہ ہے کہ جس سے جو فریضہ یا جو کام متعلق ہو
اس کو حکم شرع شریف کے موافق انجام دیا کرے۔

مصلحت دیدمن آنست کہ یاراں ہمہ کار   بگزارند و خم طرۂ یارے گیرند

عالم اپنے علم کا فرض ادا کرتا رہے تو غیر عالم اہل علم سے وابستہ رہ کر ان کے ارشادات و ہدایات سے
مستفید ہوتا رہے۔ مالدار اپنے مال کا فریضہ ادا کرتا رہے۔

توانگراں را وقف است و نذر و مہمانی   زکوٰۃ و فطرہ و اعتاق و ہدی و قربانی

اور فقیر و مسکین اپنے فقر و فاقہ پر صبر و استقامت سے قائم رہ کر رجوع الی اللہ کرے۔
اللہ سبحانہ خود اغنیاء کو ان کی طرف مائل فرمائے گا۔ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی
نوبت ان شاء اللہ نہ آئے گی۔ خدائے روزی رساں اپنے فضل سے روزی پہنچا دیگا۔

بے مگس ہرگز نباشد عنکبوت   رزق را روزی رساں پر میدہد

حاکم عدل و انصاف کرتا رہے اور محکوم اپنے حاکم کی اطاعت کیا کرے۔ اس طرح ہر شخص
اپنے مقام اور مرتبہ کو پہچان کر اس کی بموجب عمل پیرا ہو اور ہر ایک اپنا اپنا کام اُمور
شریعت میں رہ کر کیا کرے۔ ساتھ ہی مسلمان پر جو فرائض عائد ہیں ان کی بجا آوری
میں مشغول و موظف رہے۔ وقس علیٰ ہذا۔

جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ 98-8

خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ ؕ ذٰلِکَ

لِمَنۡ خَشِیَ رَبَّہٗ ٪ بدلا ان کا ان کے رب کے پاس، باغات ہیں ہمیشہ

رہنے کو، بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں، سدا رہیں ان میں ہمیشہ، اللہ ان سے راضی

اور وہ اس سے راضی، یہ ہے اس کے لئے جو ڈرتا رہے اپنے پروردگار سے۔

مومنین صالحین کی جزاء

ارشاد ہو رہا ہے کہ مومنین صالحین جو خیر البریہ ہیں جن کا بیان اوپر گزرا ان کے ایمان اور اعمال صالحہ کا بدلا یہ ہوگا کہ ان کے رب کے پاس ہمیشہ رہنے کے قابل باغات ملیں گے کہ وہاں سے نکلنے کو کسی کا جی نہیں چاہے گا۔ یہ باغ دنیا کے باغوں کی طرح نہ ہوں گے جہاں عارضی طور پر تفریح کے لئے جایا کرتے تھے کہ چند روز گزرتے ہی یا تو مدت اجازت ختم ہو جاتی تھی اور وہاں سے نکلنا پڑتا تھا۔ یا یہ کہ موسم ختم ہوتے ہی خود تفریح کرنے والے اکتا جاتے تھے، اور اپنے گھروں کو واپس ہوتے تھے۔ یہ جنّات عدن ہوں گے جہاں کا عیش کبھی ختم نہیں ہوتا جس کے بدولت نہ وہ اکتا جاتے ہوں گے اور نہ وہاں سے جانے کے لئے کوئی کہتا ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر یں ہے

جنات عدن مقصورۃ الرحمٰن معدن النبیین والمقربین۔

جنات عدن کیا ہے؟ خدائے رحمان جل جلالہ وعم نوالہ کی جلوہ گاہ، انبیاء و مرسلین

اور مقربین بارگاہ کی کان ہے۔ ہر آن نت نئے جلوے اور ہر دم ایسی مبارک و برگزیدہ ہستیوں کی ہم نشینی بھلا ایسے عظیم المرتبت اور رفیع الشان باغات سے نکلنے کو کس کا جی چاہے گا؟ میزبان ٹھہرانے پر مائل اور مہمان ٹھہرے رہنے کا شائق و دلدادہ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: ۔عدن بطنان الجنۃ ای وسطھا۔ "عدن" سے جنت کا باطن یعنی اندرونی حصہ مراد ہے یعنی جنت کے بیچوں بیچ اور اس کا ٹھیک درمیانی مرکزی مقام ہے۔ چنانچہ معدنیات بھی زمین کے درمیانی حصہ میں ہوتے ہیں۔ اور یہ حضرات نبیین اور مقربین کا معدن ہے، یہ جنّات عدن کی تفسیر ہوئی۔

انہار کی تفسیر تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ ان باغات اور ان کے محلات کے نیچے سے طرح طرح کی نہریں بہتی ہوں گی۔ انھار من ماء غیر آسن نہریں صاف و شفاف پانی کی جس میں تکدّر نام کو نہیں۔ نہ کبھی وہ پانی گدلا ہوتا اور نہ اس کے اوصاف یعنی رنگ و بو اور مزے میں کوئی تغیر آسکتا، نہ اس کی روانی میں کسی قسم کا فرق آنے پاتا، نہ اس کا لطف کبھی ختم ہوتا۔ وانھار من لبن لم یتغیّر طعمہ۔ اور نہریں دودھ کی جس کا ذائقہ کبھی بدل نہیں سکتا۔ بہ خلاف یہاں کے دودھ کے کہ ایسی نہر کہیں دیکھی تک نہیں گئی بالفرض اگر تیار بھی کیجائے تو

اس پر رات گزرتے ہی تغیر آجاتا ہے۔ وانھار من خمر لذۃ للشاربین۔
اور نہریں شراب کی جس کے پینے والوں کو ہروقت ایک نئی لذت اور نیا لطف
حاصل ہوتا رہے گا۔ یہ تو شراب خالص ہوئی۔ پھر اس میں دوسری لطیف خوشگوار
آمیزش ہو مثلاً کان مزاجھا کافورا۔ اس میں ملونی کافور کی ہو، خنک اور
خوشبودار، یا کان مزاجھا زنجبیلا۔ اس میں ملونی زنجبیل تر (ادرک) کی یا
زنجبیل خشک (سونٹھ) کی خوشبودار، ہاضم، یا سلسبیل جس کا بیان سورۂ دہر کی
تفسیر میں گزر چکا نیز کوثر جس کا بیان سورۂ کوثر کی تفسیر میں آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ
اس کے علاوہ رحیق مختوم یعنی بوتلوں میں بند کی ہوئی اور ان پر مہر لگائی ہوئی
شراب کا دور دورہ لطف در لطف کا سماں پیدا کرتا ہوگا۔ جیسا کہ ارشاد ہے:۔
یسقون من رحیق مختوم ختامہ مسک ان کو پلائی جائے گی مہر لگائی ہوئی
شراب وہ مہر مشک خالص کی زمین پر لگائی ہوگی" دنیا میں بھی مہر زدہ بوتلیں
ہوتی ہیں جو لاکھ کی زمین پر لگائی جاتی ہیں۔ جو ایک کریہ بدبودار چیز ہے۔ وہاں
مشک کی زمین پر مہر لگائی جائے گی۔ لاکھ ہو یا مشک۔ یہ توڑ کر پھینک دی جانے
والی چیزیں ہیں۔ اب ان بوتلوں میں جو چیز ہوگی ان کی نفاست کا اندازہ کیجئے
تو ایسی مرکب شراب کا لطف کیا پوچھنا؟ ع لطف ایں مے نشناسی بخدا تا نہ چشی۔

(اللھم اجعلنا منھم آمین) وَاَنْھٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى۔ اور نہریں صاف کئے ہوئے شہد کی

پھر غور کیجئے کہ ان انہار سے جن اشجار کی آبیاری کی گئی ہو ان کے پھول پھل کیسے خوش رنگ، خوشبودار اور خوش ذائقہ ہوں گے اور ان کے افعال و خواص کس نوعیت کے حامل ہوں گے؟

خالدین فیھا ابدا کی تفسیر

خَالِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا۔ مومنین صالحین ان باغات میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔" نہ کبھی ان باغات کے اشجار فنا ہوں گے نہ یہ انہار۔ باغ کی سرسبزی آبیاری پر موقوف ہے۔ آبیاری کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہیگا تو باغوں کی سرسبزی اور تازگی بھی قایم رہیگی۔ پھر ان کا سایہ، ہوا، پھول، پھل اور ان کا خوشنما، دلکشا منظر سب کچھ ہمیشہ برقرار رہیگا سدابہار کہ وہاں خزاں کا نام تک نہیں ہر دم تازہ بتازہ نو بہ نو لطف اور لذتیں جن کا بیان نہیں ہوسکتا۔ جنت کی ہوا کے متعلق حدیث شریف میں آیا ہے:۔ هواء الجنة سجسج۔ جنت کی ہوا حد درجہ معتدل ہے۔" نہ گرم کہ پسینہ لانیوالی اور نہ سرد کہ کپکپی پیدا کرنے والی بلکہ نہایت خوشگوار پرلطف، مناسب طبع اور دل پسند و فرحت بخش۔ اسی طرح ساکنان جنت کا حال بھی سمجھ لیجئے کہ وہ بھی اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ نہ کوئی ان کو وہاں سے نکلنے کے لئے کہیگا اور نہ وہ خود اس سے

نکلنا چاہیں گے۔ نہ موت کا دغدغہ نہ کسی مرض کا اندیشہ۔ نہ وہاں بڑھاپا اور ضعف و ناتوانی، نہ کسی قسم کا تغیر۔ بلکہ جیسے جُرْدٌ مُرْدٌ بے ریش امرد (۳۳) سالہ عمر کے بنا کر جنت میں داخل کئے گئے تھے۔ اسی حالت پر قائم و دائم رہیں گے۔ یہاں تک ایمان اور عمل صالح کی جزا کا بیان ہوا۔

رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ کی تفسیر

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَ رَضُوْا عَنْہُ۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی"۔ پھر اس پر مستزاد اللہ سبحانہ کا فضل و کرم کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان مومنین صالحین سے راضی و خوشنود کہ اس نے ان بندوں کو جب تک دار دنیا میں ٹھہرائے رکھا وہ حق سبحانہ تعالیٰ کی توحید، اس کی کتابوں کی تصدیق اور اس کے رسولوں کے احکام و ہدایات کی تعمیل میں ہمیشہ ہمیشہ مشغول و موظف رہے۔ اور اپنے خواہشات اور مرضی کو خدا اور رسول کی مرضی کے تابع بنائے رکھا۔ ہمیشہ راضی برضا و تسلیم بالجزا پر قائم و برقرار رہے۔ وہی کیا جو حکم خدا و رسول تھا۔ آج سے مزید عنایات و الطاف یہ ہوں گے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ مومنین صالحین کی مرضی کو اپنی مرضی پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مقدم رکھیگا ھم ما یشاؤن فیھا ولدینا مزید۔ دار آخرت اور جنت میں مومنین صالحین جو چاہیں گے وہ سب کچھ ہو رہیگا۔ نیز ان کے لئے ہمارے ہاں مزید الطاف و عنایات

رہیں گے۔ یعنی حق جل و علا کی رضا و خوشنودی۔ جو جنت کی تمام نعمتوں کی روح ہے رضاء الٰہی ایسی نعمت ہے کہ اگر یہ نہ ہو تو ساری نعمتیں ہیچ ہیں۔ پھر رضا متلزم ہے دیدار الٰہی کو۔ کیونکہ رضا دو طرح ہے۔ ایک غائبانہ اور دوسری مواجہہ اور حضور میں۔ مومنین صالحین کو دونوں طرح یہ دولت رضا نصیب ہو گی۔ عام حالات میں غائبانہ اور خاص حالات میں مواجہہ اور حضور کے ساتھ۔ جیسا کہ حضرت انسؓ کی مرفوع حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ فاذا کان یوم الجمعۃ انزل اللہ ما شآء من الملائکۃ وحولہ منابر من نور علیہا مقاعد النبیّین وتحفّ تلک المنابر بکراسی من ذھب مکلّلۃ بالیاقوت والزبرجد علیہا الشھداء والصدّیقون ثم جآء اھل الجنۃ فجلسوا من ورآئھم علی تلک الکثب فیتجلّی لھم تبارک وتعالیٰ حتّی ینظروا الی وجھہ ویقول انا ربّکم قد صدّقتکم وعدی فسلونی اعطیکم فیقولون ربّنا نسأ لک رضوانک فیقول قد رضیت عنکم۔ (حضرت امام شافعی، ابن ابی شیبہ، بزار، ابو یعلی، ابن ابی الدنیا، ابو نصر سجزی، ابن جریر، ابن المنذر، طبرانی، ابن مردویہ، بیہقی)

جب جمعہ کا دن ہو گا تو اللہ سبحانہ تعالیٰ (جنت میں) اپنی حسب مرضی فرشتے نازل فرمائے گا۔ اطراف سے نور کے منبر رکھے جائیں گے جن پر حضرات انبیاء علیہم السلام رونق افروز

ہوں گے ۔ اور ایک ایک منبر کے اطراف طلائی کرسیاں بچھائی جائیں گی جن پر جواہرات
یاقوت وزبرجد وغیرہ جڑے ہوں گے ان پر صدیقین اور شہداء کی نشست ہوگی ۔ پھر
تمام اہل جنت آئیں گے وہ ان کے اطراف (مشک کے) چبوتروں پر بیٹھے ہونگے
پھر اللہ تبارک و تعالیٰ کی تجلی عام ہوگی جس سے سب کے سب مستفید و متمتع ہوں گے
اور ارشاد ربانی ہوگا کہ میں ہی تمہارا رب ہوں ۔ (دیدار الٰہی کا) جو وعدہ تم کو
(دنیا میں) دیا گیا تھا اس کو (آج) پورا کر دکھا دیا گیا ہے ۔ اب تم (جو چاہتے ہو)
مانگو میں دینے کے لئے تیار ہوں ۔ چنانچہ وہ التجا کریں گے کہ پروردگارا ہم (آپکی
ساری نعمتوں سے سرافراز ہوئے اب صرف ایک درخواست ہے وہ یہ کہ) ہم آپکے
آپ کی رضامندی اور خوشنودی چاہتے ہیں ۔ ارشاد ہوگا کہ میں تم سے (ہمیشہ ہمیشہ
کے لئے) رضامند و خوشنود ہو چکا " (اس پر تمام حاضرین رضامند و خوشنود ہونگے
اور لطف جسمانی اور سرور روحانی سے لطف اندوز مسرت افروز ہوتے رہیں گے)
یہ تفسیر ہوئی رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ کی ۔ اب آگے ارشاد ہے :-

ذٰلک لمن خشی ربہ کی تفسیر

ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۝ یہ ہے اسی کے لئے جو
ڈرتا رہا اپنے رب سے " اللہ سبحانہ سے ڈرنا
دو طرح ہے ۔ ایک مجرم اور خطا کار کا ڈرنا کہ اپنے جرائم اور خطاؤں کی نہ معلوم کیا سزا

تجویز ہوتی ہے۔ ایسے اندیشے اور ڈر کو خوف کہتے ہیں۔ دیگر یہ کہ کسی نے کوئی قصور تو نہیں کیا مگر جس کے سامنے اس کو پیش ہونا ہے وہ بڑا ہی باعظمت اور بڑے ہی جلال والا ہے۔ جیسے کہ درباری امراء و وزراء وغیرہ کا حال اپنے پرشکوہ بادشاہوں کے آگے ہوتا ہے کہ ان کے خلاف اگرچہ کسی کا کوئی استغاثہ یا مقدمہ دائر نہیں ہے لیکن دربار شاہی کی حاضری سے سہمے ہوئے ہوتے ہیں کہ مبادا کسی حرکت سے جو آداب شاہی کے خلاف ہو عتاب ہو جائے۔ اس کو کہتے ہیں خشیت۔ چنانچہ ان ہر دو قسم کے ڈر کو آیۂ کریمہ یخشون ربھم ویخافون سوء الحساب میں سمجھا دیا گیا ہے کہ وہ اپنے رب سے سہمے ہوئے اور حساب کے برے نتیجے سے ڈرے ہوئے ہوتے ہیں۔ خشیت ہے ذات رب کی اور خوف ہے حساب میں پورے نہ اترنے کا۔ یہی وجہ ہے کہ آیہ کریمہ الآ ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون۔ میں حضرات اولیاء اللہ کی شان میں ارشاد ہوا کہ اولیاء اللہ کی شان یہ ہے کہ ان کو آئندہ کی نسبت۔ نہ کسی قسم کا خوف دامنگیر ہوگا اور نہ کسی امر گزشتہ پر لیکن خشیت کی نفی نہیں کی گئی۔ خشیت کا یہ حال ہے کہ جن کو جس درجہ قرب حاصل ہوگا ان کی خشیت بھی اسی درجے ہوگی۔ اور یہی سبب ہے کہ حضور سرور کائنات مفخر موجودات علیہ ازکی التحیات والتسلیمات فرمایا کرتے :۔

انا اخشاکم للہ۔ میں تم سب کے مقابلے میں اللہ سبحانہ تعالیٰ کی خشیت سب سے

زیادہ رکھتا ہوں"۔ جب خوف اور خشیت کا یہ فرق ذہن نشین ہو چکا تو ارشاد باری تعالیٰ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ کی تفسیر خود بخود ذہن نشین ہو جائے گی جس میں آگاہ فرمایا جا رہا ہے کہ مومنین صالحین کی جزا جو اوپر بتلائی گئی اور اللہ سبحانہ کی رضا جو ابھی ابھی مذکور ہوئی یہ ان ہی کے لئے ہے جو اپنے رب سے سہمے ہوئے رہے جس کے نتیجے میں وہ جب تک دنیا میں رہے اوامر کی حد تک اس کی طاعت میں لگے رہے اور جن چیزوں سے ان کو منع کیا گیا تھا اس سے ہمیشہ دور رہے۔ دعا ہے کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ ہم کو اور تمام مسلمانوں کو اس کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین۔ وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ الطاہرین واصحابہ الاکرمین الحمد للہ رب العالمین۔

سوره بينه کی تفسیر ختم ہوئی۔ وللہ الحمد والمنۃ۔